مطالعہ متن و استفسارات

کلیاتِ اقبال ۔ فرہنگ و حواشی

احمد جاوید

IqbalCyberLibrary.Net
www.
All rights reserved.
©2002-2006

اقبال اکادمی پاکستان اپنے علمی منصوبوں کے نمونے آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہے۔ آپ کی ہر تنقید اور تجویز ہماری رہنمائی کرے گی۔

(رئیس ادارت)

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

○

۱۔ اس منصوبے کے دو حصے ہیں: تحشیہ اور فرہنگ۔

۲۔ حواشی میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے:۔

الف۔ کلام اقبال کے بارے میں تاریخی تفصیل: یعنی یہ نظم یا غزل کب لکھی گئی تھی، پہلی مرتبہ کہاں چھپی تھی، اس میں کیا تبدیلیاں کی گئیں وغیرہ۔

ب۔ اعلام اور تلمیحات: یعنی اقبال نے جن شخصیات، واقعات، مقامات وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے یا ان کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کا ضروری تعارف۔

ج۔ مشکلات۔۔۔۔ یعنی ایسے مقامات جہاں خیال دقیق ہو یا الفاظ مشکل ہوں یا کوئی بنیادی تصور بیان ہوا ہو۔ ان مقامات کی تشریح، توضیح اور تفصیل۔ اس میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ عام قاری کی مشکل کو سادہ اسلوب میں حل کیا جائے اور وہ مقامات جہاں اہل علم الجھ سکتے ہیں یا غور و فکر پر مجبور ہو سکتے ہیں، ان پر علمی انداز سے قلم اٹھایا جائے تاکہ اس خیال اور تصور کی عظمت جسے عام سطح تک نہیں لایا جا سکتا، مجروح نہ ہو۔

۳۔ فرہنگ میں کلیدی الفاظ اور اصطلاحات کو کھولا گیا ہے اور اس میں بھی اسی اصول پر عمل کیا گیا ہے جو حواشی کی شق "ج" میں بیان ہوا۔ ہر لفظ اور اصطلاح کے تمام معانی ایک ہی اندراج میں نہیں دیے گئے۔ ہر اندراج میں وہی معنی لکھے گئے ہیں جو اس خاص جگہ پر اقبال کے پیش نظر تھے۔ حتمی تدوین کے بعد کسی لفظ کے تمام معنوی پہلو یکجا حالت میں سامنے آ جائیں گے۔

○

ص نمبر۱۵ ۔کلیات

ہمالہ

پہلی مرتبہ "مخزن" (لاہور) کے پہلے شمارے اپریل ۱۹۰۱ میں "کوہستان ہمالہ" کے عنوان سے شائع ہوئی۔
ابتدائی متن بارہ بند پر مشتمل تھا، موجودہ متن میں چار بند حذف کر دیے گئے اور کئی مصرعوں میں ترمیم و تبدیلی کی گئی۔

ص نمبر۱۵ کلیات

ہمالہ:

لفظی معنی برف کا گھر۔ وہ پہاڑ جو ہندوستان کے شمال میں پندرہ سو میل کی لمبائی تک ایک مضبوط دیوار کی صورت میں کھڑا ہے ۔۔۔۔
(مطالب بانگ درا: غلام رسول مہر)

ص نمبر۱۵ کلیات

دیرینہ روزی: بڑھاپا، پرانا پن

ص نمبر۱۵ کلیات

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے
تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لیے

اس شعر کو پڑھتے ہوئے پہلی نظر میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان پوری طرح ملحوظ نہیں رکھی گئی ۔ اگر کلیم اور

چشم بینا کو دو الگ الگ دائروں میں دیکھنے کی بجائے یہ سمجھ لیا جائے کہ چشم بینا ،کلیم اللہ سے غیریت نہیں رکھتی بلکہ ان کا ایک وصف ہے تو یہ مشکل دور ہو جائے گی ۔ یہاں موازنہ کلیم اور چشم بینا میں نہیں بلکہ طور اور ہمالہ میں ہے یعنی ہمالہ میں تجلی الہیہ کی سہار طور سے کہیں زیادہ ہے۔

ص نمبر ۵۱ کلیات

جلوہ:

جھلک ' حق تعالیٰ کی ایسی ذاتی یا صفاتی تجلی جو کسی واسطے کو قبول نہ کرتی ہو

ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے

ص نمبر ۵۱ کلیات

کلیم:

بات کرنے والا ' حضرت موسیٰ علیہ السلام جنھیں باری تعالیٰ سے کلام کا شرف کثرت اور تواتر سے حاصل تھا ۔ اسی وجہ سے کلیم اللہ کے لقب سے ملقب ہوئے ۔

ص نمبر ۵۱ کلیات

طور سینا:

(۱) وادی سینا کا وہ پہاڑ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تھی ۔ قرآن میں طور سینین بھی فرمایا گیا ہے ۔ اسے جبل موسیٰ بھی کہتے ہیں ۔

(۲) ۔۔۔۔ طور ایک سلسلہ کوہ کا نام ہے جو خلیج سو اور خلیج عقبہ کے درمیان ایک تکون سی بناتا ہے ۔ مغرب کی طرف خلیج سو کے ذریعے یہ

مصر سے اور مشرق کی طرف خلیج عقبہ کے ذریعے بلاد عرب سے الگ ہوتا ہے ۔ اس کے اضلاع کوئی ایک سو چالیس میل لمبے ہیں شمال کی طرف اس کی اونچائی بہت معمولی ہے اور جگہ جگہ ریت کے تودے ملتے ہیں، لیکن جنوبی طرف اس کی بعض چوٹیاں نو نو ہزار فٹ بلند ہیں اور یہ سرسبز و شاداب ہے ۔ طور سینین سے حدود فلسطین تک 'تیہ' کا صحرا ہے ۔۔۔۔۔ (یہیں) وادی طویٰ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی طرف بھیجے جانے سے قبل اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تھا ۔۔۔ قرآن مجید میں طور کا لفظ دس بار آیا ہے ۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور)

ص نمبر ۵۱ کلیات

تجلی:

ظاہر ہونا، حق تعالیٰ کا اپنی ذات یا صفات کے حوالے سے ظہور فرمانا۔ یہ ظہور صوری بھی ہو سکتا ہے اور معنوی بھی ۔

ص نمبر ۵۱ کلیات

امتحان دیدۂ ظاہر:

ظاہری آنکھ کی نظر (امتحان = دیکھنا پرکھنا ۔ دیدۂ ظاہر = ظاہری آنکھ)

ص نمبر ۵۱ کلیات

مطلع اول:

غزل وغیرہ کا پہلا شعر جو ہم قافیہ ہوتا ہے، مطلع کہلاتا ہے ۔ جس شعر سے قصیدے کا آغاز ہوتا ہے اسے مطلع اول کہتے ہیں ۔

اصطلاحی معنی ظہور کا پہلا نقطہ ۔

ص نمبر ۵۱ کلیات

سوے خلوت گاہ دل دامن کش انساں ہے تو

اس مصرعے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ ہمالہ کی مجموعی فضا انسان کو گیان دھیان کی طرف مائل کر دیتی ہے جیسا کہ واقعاتی طور پر بھی ثابت ہے کہ اس کی گپھائیں ھندو، بدھ اور جینی گیانیوں کا مسکن بنی رہی ہیں ۔ اور دوسرا یہ کہ چشم بینا کے لیے سراپا تجلی ہونے کی جہت سے ہمالہ آدمی کو اس کے قلب کی طرف متوجہ کرتا ہے جہاں اس تجلی حق کا جس نے ہمالہ کو اپنا مظہر بنا رکھا ہے، عرفان میسر آنے کے ساتھ ساتھ ان تجلیات کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا ہے جو کائناتی مظاہر سے ماورا ہیں ۔ اس طرح مشاہدے کا وہ کمال ہاتھ آتا ہے جس میں انفس و آفاق اپنی تمامتر رنگارنگی سمیت ایک ہی نور سے منور نظر آتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ظہور کی دونوں جہتیں یعنی صوری اور معنوی، یکجائی کی حالت میں منکشف ہوتی ہیں ۔

خلوت گاہ دل سے مراد ہے حق کی وہ جلوہ گاہ جہاں صورت اور کثرت کی بجائے معنی اور وحدت کا اعتبار ہو ۔

ص نمبر ۵۲ کلیات

ثریا :

چھ مخصوص ستارے جو ایک گچھے کی شکل میں نظر آتے ہیں، پروین ۔ قمر کی تیسری منزل

ص نمبر ۵۲ کلیات

رہوار ہوا:

ہوا کا گھوڑا (رہوار = خوش رفتار اصیل گھوڑا + ہوا)

ص نمبر ۵۲ کلیات

عناصر:

عنصر بمعنی اصل کی جمع ' عناصر چار گانہ یعنی مٹی ' پانی ' آگ اور ہوا جو قدیم طبعیات کی رو سے تمام کائنات مادی کی اصل ہیں ۔ ان چاروں میں مٹی اور پانی کو عناصر ثقیل اور آگ اور ہوا کو عناصر خفیف کہتے ہیں ۔

ص نمبر ۵۲ کلیات

کوثر و تسنیم:

جنت کی دو نہریں (کوثر: جنت کی ایک نہر جسے دریا ' چشمہ اور حوض بھی کہا گیا ہے + تسنیم: جنت کا ایک چشمہ جس کا بہاؤ اوپر سے نیچے کی طرف ہے

ص نمبر ۵۲ کلیات

شاہد قدرت:

کائنات جو جمال حق کے ظہور کے نتیجے میں حسین اور محبوب ہے ۔ اس ترکیب میں ایک رعایت یہ بھی ہے کہ شاہد کو اگر گواہ کے معنی میں لیا جائے تو اس کا مطلب ہو گا: کائنات جو خدا کی قدرت پر شہادت دیتی ہے ۔

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ص نمبر ۵۳ کلیات

عراق:

ایک راگ کا نام جو دوپہر کے وقت چھیڑا جاتا ہے

ص نمبر ۵۳ کلیات

لیلیٰ شب:

لیلائے شب' رات کی لیلیٰ 'مجنوں کی محبوبہ لیلیٰ کے سیاہ رنگ کی رعایت سے رات کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ اس تشبیہ کے نتیجے میں رات کی سیاہی اور اس کی محبوبیت دونوں کا بیان ہو گیا ۔

ص نمبر ۵۳ کلیات

زلف رسا:

لمبی اور گھنیری زلف

ص نمبر ۵۳ کلیات

اے ہمالہ داستاں اس وقت کی کوئی سنا
مسکن آبائے انساں جب بنا دامن ترا

ہندوؤں میں ایک داستانی روایت پائی جاتی ہے کہ نسل انسانی کا آغاز ہمالہ کی ترائی سے ہوا ہے ۔ یہاں اقبال نے اسی روایت کو ہبوط آدم کے تناظر میں استعمال کیا ہے یعنی آدم علیہ السلام کوہ ہمالہ کے دامن میں اتارے گئے تھے جہاں سے ان کی نسل آگے بڑھی ۔ مسکن کے لفظ سے یہی بات نکلتی ہے ۔

ص نمبر ۵۳ کلیات

گل رنگیں:

مطبوعہ "مخزن" مئی ۱۹۰۱ ۔

موجودہ متن میں دو بند محذوف اور آخری دو بند ترمیم شدہ ۔

ص نمبر ۵۳ کلیات

خراش عقدۂ مشکل:

کسی پیچیدہ گتھی کو انتہائی کاوش کے باوجود نہ سلجھا سکنے کے دوران میں پیدا ہونے والی کھٹک اور خلش (خراش + عقدہ = گتھی، بھید + مشکل)

ص نمبر ۵۴ کلیات

دیدۂ حکمت:

سائنس داں کی آنکھ، چھان پھٹک کرنے والی نظر، وہ آنکھ جو چیزوں کا محض تجزیہ کرتی ہے، ان سے اوپر نہیں اٹھ پاتی ۔ کسی شے کی حقیقت کو اس سے بالا تر مراتب کی بجائے خود اسی شے میں دیکھنے کے درپے رہنے والی نگاہ ۔

مزید دیکھیے "دیدۂ بلبل"

ص نمبر ۵۴ کلیات

دیدۂ بلبل:

عاشق کی آنکھ ۔ پھول کی بناوٹ وغیرہ کا تجزیہ کرنے کی بجائے اسے اس کے جمال کی کلیت میں دیکھنے والی نگاہ ۔ حق کی شان جمال کو کسی ایک مظہر میں مشاہدہ کرنے والی نظر۔

مزید دیکھیے "دیدۂ حکمت"

ص نمبر ۵۴ کلیات

برگ ریاض طور:

کوہ طور کے باغ سے ٹوٹا ہوا ایک پتا۔ یعنی میری طرح پھول بھی اپنی اصل کے اعتبار سے اسی تجلی سے روشن ہے جو طور پر نازل ہوئی تھی مگر ہم دونوں اپنی اصل سے دور ہو گئے ہیں۔

ص نمبر ۵۴ کلیات

جام جم:

جام جمشید' ایک داستانی روایت کے مطابق قدیم ایرانی بادشاہ جمشید نے مے نوشی کے لیے ایک پیالہ بنوایا تھا جس میں ساری دنیا کے احوال و واقعات نظر آتے تھے۔ اصطلاح میں جام جمشید مشاہدے کی اس سطح کو ظاہر کرتا ہے جہاں ناظر روح نہیں' نفس ہے جس کا مقصود معنی کا عرفان حاصل کرنے کی بجائے محض صورت کی دید ہے۔ اسی لیے اس کے ذریعے سے ایک نوع کا تجربی یقین اور حسی اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس روح چونکہ حقیقت و معنی کے درپے ہوتی ہے جو اپنی لا محدودیت کی جہت سے انسانی شعور و ادراک کی گرفت میں نہیں آ سکتے' لہٰذا اس کا ہر مشاہدہ ایک ہیبت' ایک حیرت سے شروع ہوتا ہے اور اسی پر ختم ہو جاتا ہے۔

مزید دیکھیے: آئینہ حیرت

ص نمبر ۵۴ کلیات

آئینہ حیرت:

حیرت کا آئینہ ۔ حیرت کا ذریعہ علم بن جانا ' حیرت خاصی کثیر المعانی اصطلاح ہے ۔ اس بند میں بھی اس کے مفہوم کی کئی پرتیں ہیں :۔

۱۔ صورت کے مشاہدے کے بعد حقیقت کے لیے سرگردانی کرنا ۔

۲۔ انکشاف حقائق کے ایک ہی جھماکے سے ہکا بکا رہ جانا مگر اس کے نتیجے میں بے بس ہو کر بیٹھ رہنے کی بجائے مسلسل آگے بڑھتے رہنا ۔

۳۔ اصل کائنات کی جستجو کے دوران میں محسوسات پر اپنی اساس رکھنے والے شعور کی نارسائی کا ادراک ہو جانے کے بعد شعور روحانی کو کام میں لانا ۔

۴۔ علم و عالم کی بجائے علم و معلوم کی نسبت کا غالب آ جانا ۔ یعنی علم کا تابع عالم نہیں بلکہ تابع معلوم ہو جانا ۔

ص نمبر ۵۴ کلیات

یہ تلاش متصل شمع جہاں افروز ہے
توسن ادراک انساں کو خرام آموز ہے

تلاش متصل : مسلسل جستجو

شمع جہاں افروز : کائنات کو روشن کرنے والا چراغ

توسن : گھوڑا

ادراک : کسی چیز کی صورت یا معنی تک پہنچنا، علم

خرام آموز : چلنا سکھانے والا

اس شعر کا ظاہر مفہوم تو واضح ہے کہ چیزوں کو پوری طرح سمجھنے کی جستجو نے ایک طرف دنیا کو تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور علوم و فنون کا

موضوع بنا کر اسے ارتقا بخشا اور دوسری جانب انسانی عقل و شعور کو مسلسل آگے بڑھتے رہنا سکھایا ۔۔۔۔۔ تاہم ایک معنی اور بھی ہے ' نسبتاً گہرا اور دقیق ۔۔۔۔۔ انسان کو جو دھن لگی ہوئی ہے اس کا اصل ہدف کیا ہے ؟ کائنات کا ایک مستقل وجود جان کر اس کے ذرے ذرے کا تفصیلی علم حاصل کرنا ؟ نہیں ! بلکہ خود اپنی حقیقت کا عرفان ۔۔۔۔۔ اس حوالے سے شعر کا مطلب یہ ہوا کہ اپنی حقیقت کو پانے کے لیے میں ہستی کی تمام جہات کھنگال رہا ہوں ۔ چونکہ کائنات کی حقیقت میری ہی حقیقت کا ایک حصہ ہے لہٰذا اس جستجوئے مسلسل کے ضمن میں اس کی رونق و بقا کے اسباب بھی پیدا ہو گئے اور خود میرے ادراک میں بھی اس سفر کو طے کرنے کی سکت پیدا ہو چلی ہے جو تمام مراتب وجود کو سمیٹ کر حقیقت انسانی کی معرفت پر تمام ہوتا ہے ۔

ص نمبر ۵۵ کلیات

عہد طفلی

اشاعت اول : " مخزن " جولائی ۱۹۰۱

ابتدائی دو بند اور آخری بند محذوف ۔ موجودہ دونوں بند بھی نظر ثانی کے بعد اپنی پہلی صورت پر نہیں رہے ۔

ص نمبر ۵۵ کلیات

دروغ مصلحت آمیز:

کسی فتنے سے بچنے کے لیے مصلحتاً بولا جانے والا جھوٹ ۔ یہ ترکیب گلستان سعدی کے اس مشہور جملے سے ماخوذ ہے : دروغ مصلحت آمیز بہ

از راستی فتنہ انگیز (وہ جھوٹ جس میں کوئی بھلائی ہو فتنہ برپا کرنے والے سچ سے بہتر ہے)

ص نمبر ۵۵ کلیات

مرزا غالب :

مطبوعہ ''مخزن'' ستمبر ۱۹۰۱

ابتدائی متن کا دوسرا بند حذف کر کے نیا بند لکھا گیا

ص نمبر ۵۵ کلیات

مرزا غالب :

مرزا اسد اللہ خان غالب ' ۱۷۹۷ میں شہر اکبر آباد (آگرہ) میں پیدا ہوئے ' ابھی نوجوان تھے کہ دہلی آگئے ' ۱۸۶۹ میں یہیں وفات پائی اور درگاہ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کے احاطے میں دفن کیے گئے ۔ اردو اور فارسی کے عظیم ترین شعرا میں شمار ہوتے ہیں شاعری کے علاوہ ان دونوں زبانوں میں نثری کام بھی کیا جو ہر لحاظ سے اول درجے کا ہے خاص طور پر اردو میں جو نثر لکھ گئے وہ عجائبات میں سے ہے ۔ یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اردو نثر کے اکثر بہترین اسالیب غالب ہی کی دین ہیں ۔ انہوں نے اپنے خطوط میں جو نثر لکھی ہے وہ بلا شبہ اردو زبان کی روح اظہار ہے ۔

شاعر کی حیثیت سے ان کے امتیازات بے شمار ہیں ۔ فارسی میں دیکھیں تو برصغیر کے فارسی گو شعرا میں ایک بیدل کے علاوہ کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا جو انتہائی پیچیدہ دقیق اور نازک فلسفیانہ مضامین کو زبان کے

شعری معیارات اور اظہار کے جمالیاتی محاسن کو مجروح کیے بغیر اس خوبی و عظمت سے ادا کرنے پر قادر ہو جو غالب کے یہاں جا بجا دکھائی دیتی ہے ۔ برصغیر کی قید ہٹا دیں تو بھی فارسی کی شعری روایت میں کم ہی لوگ ملیں گے جو اس معاملے میں ان کی برابری کر سکیں، یہی نہیں غالب نے فارسی شاعری کی روایت میں نظیری کی طرح جمالیات کی ساکن فضا کو اپنے دھار دار آہنگ اور جیتی جاگتی تمثال سازی سے متحرک کیا اور خسرو کی طرح ٹھیٹھ ایرانی اسالیب کو پوری طرح برتنے کے باوجود زبان و بیان کی سطح پر ان میں کئی نئی چیزوں کا اضافہ کیا جو اہل ایران میں استعداد قبولیت کی کمی اور لسانی تعصبات کی زیادتی کی وجہ سے وہاں تک تو نہ پہنچ سکیں تاہم بعد کے برصغیر کے فارسی گو شاعروں کے لیے خضرراہ بن گئیں ۔۔۔۔ اسی طرح اردو کی طرف آئیں تو غالب کی بڑائی کا یہی ثبوت کیا کم ہے کہ کسی بھی شاعر کی شعری عظمت کو جانچنے کے لیے ہمارے پاس جتنے معیارات موجود ہیں وہ اگر سب نہیں تو بیشتر غالب ہی سے ماخوذ ہیں ۔ غالب نے ہمارے شعری بلکہ ایک حد تک فطری ذوق کی مثبت یا منفی ہر معنی میں جس طرح صورت گری کی ہے اس کی مثال شاید ہی کہیں مل سکے ۔ خود اقبال کی شعری تشکیل کے اکثر بنیادی عناصر، اگر مرزا غالب نہ ہوتے تو شاید کبھی ظہور نہ کرتے ۔

ص نمبر ۵۶ کلیات

فردوس تخیل :

(فردوس = باغ، جنت، جنت کا طبقہ اعلیٰ)

تخیل = خیال باندھنا، کسی چیز کو صورت دینا، ذہن کا حواس ظاہری

کے ذریعے چیزوں کی صورت کا ادراک کر کے ان صورتوں میں تصرف کرنا ' اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آدمی میں ادراک کے دو ذریعے ہیں : عقل اور حواس ۔ اسی طرح ادراک کی دو حالتیں ہیں : معنی اور صورت ۔ عقل معنی کا ادراک کرتی ہے اور حواس صورت کا ۔ تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ صورت معنی کے دائرے سے خارج ہے اور معنی ' صورت کے ۔ معنی ' صورت کے بغیر ممکن ہے مگر صورت ' معنی سے الگ وجود نہیں رکھتی ' یعنی ہو سکتا ہے کہ معنی موجود ہو اور صورت غائب لیکن یہ محال ہے کہ صورت موجود ہو اور معنی غائب ۔۔ عقل اور حواس کا معاملہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے ۔ حواس کا کوئی عمل ادراک عقل کی شمولیت کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا البتہ واقع ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح ادراک بالعقل کی وہ جہت جو اشیا کی صورت سے متعلق ہے ' حواس کو واسطہ بنائے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی ۔ فرق یہ ہے کہ عقل اپنے ادراک میں آنے والی صورتوں کے ہر تعین سے اوپر اٹھ کر انھیں مجرد معانی میں تبدیل کر دینے پر قادر ہے جبکہ حواس میں یہ استعداد نہیں ۔۔ ان کے ادراک کی ساخت ایسی ہے کہ وہاں صورت ہی معنی ہے نسبتاً غیر تیکنیکی انداز میں کہا جا سکتا ہے کہ عقل اور حواس دونوں کے حاصلات ایک ہی گودام میں جمع ہوتے ہیں ۔ ہم اپنی سہولت کے لیے فرض کر لیتے ہیں کہ وہ ذہن یا نفس (Mind) ہے ۔ یہاں ان کی اس تشکیل کا عمل شروع ہوتا ہے جو انہیں شعور کی دیگر سطحوں تک لے جاتا ہے ۔ عقل کے حاصلات یعنی معقولات شعور کی مجموعی فضا میں داخل ہو کر دو قوتوں کے تابع ہو جاتے ہیں : وہم اور فکر ۔ جن عقلی ادراکات پر صورت کا غلبہ ہوتا ہے وہ وہم کے حصے میں چلے جاتے ہیں اور جن پر معنی غالب ہوتے ہیں یا صورت مفقود ہوتی

ہے ، فکر کے زیر تصرف آ جاتے ہیں ۔ یہاں وہم کے لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے ۔ اصطلاح میں وہم انسان کے شعور حقیقی کا وہ آلہ ہے جو اگر عقل سلیم سے ہم آہنگ ہو تو معدوم کو موجود کر دکھاتا ہے اور وجود کی ماورائے نفی و اثبات حالتوں کا ایک تصور پیدا کر دیتا ہے تاکہ ہمارا شعور ان سے منقطع ہو کر نہ رہ جائے ۔ گویا وہم بھی ایک طرح کا خلاقانہ تفکر ہے جو فکر کی طرح ارادۂ ذہنی سے مشروط نہیں ۔ اسی طرح حواس کے حاصلات یعنی محسوسات تخیل کا موضوع بن جاتے ہیں ۔ یوں تو وہم بھی محسوسات میں تصرف کرتا ہے مگر اس کا تصرف اپنی ماہیت اور نتائج کے اعتبار سے تخلیل کے مقابلے میں چند امتیازات رکھتا ہے ۔ مثلاً" وہم ادراک کی ہر نوع کو ، حسی ہو یا عقلی ، دوسری نوع میں بدل سکتا ہے ۔ جبکہ تخیل میں یہ استعداد نہیں ۔ اس کا اصول صورت گیری و صورت گری ہے ۔ اس طرح ایک جہت سے اس کا بہت کچھ انحصار وہم کی فراہم کردہ صورتوں پر بھی ہوتا ہے ۔

تخیل کی بنیادی ساخت ، اس کی مختلف قسموں اور وہم وغیرہ سے اس کے تعلق پر تفصیلی گفتگو ہم آگے کسی مناسب مقام پر کریں گے البتہ زیر نظر مصرعے کے معنوی حدود کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ترکیب کو خالص شعری نقطہ نظر سے یوں کھولا جا سکتا ہے کہ شاعری اور خاص کر بڑی شاعری کا ایک مقصود تخلیق جمال ہوتا ہے ۔ تخیل اسی مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ۔ کائنات صورتوں کا ایک ڈھیر ہے جسے شاعر اپنے تخیل کے ذریعے جمالیاتی تنظیم دیتا ہے ۔ اشیا کی اقلیم اظہار یعنی عالم خارجی زمان و مکان کے ایسے ضابطوں میں جکڑا ہوا ہے ۔ جو جمال یعنی صورت و معنی کی وحدت کے ظہور کو ناممکن بنا دیتے ہیں ۔ یہاں ہر ظہور نامکمل اور ہر دید ادھوری ہے ۔ شاعرانہ تخیل زمان و

مکان کی اس نسبت اور اس کے کائناتی قوانین سے اوپر اٹھ کر اس دوہرے ادھورے پن کو مکمل کرتا ہے ۔ وہ دیکھی ان دیکھی صورتوں کو ایک غیر ارضی ترتیب کے ساتھ آپس میں جوڑ کر اظہار کی ایک کلیت ایجاد کرتا ہے ۔ اور یہی تخلیق جمال ہے ۔ جسے زمان و مکان کے مختلف مراتب کی موجودگی میں یک لا زمانی و لا مکانی تو نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ رومانیوں (Romantics) کو دعوا ہے البتہ یہ کہنے میں شاید کوئی حرج نہ ہو کہ عالم خارجی وقت فنا فرسودگی کا پیمانہ ہے اور مکان فاصلہ اور دوری کا مگر کائنات تخیل میں زمانہ حیات و تازگی کی ایک سیال آن بن جاتا ہے اور مکان قرب کا ایک ہمہ گیر پھیلاؤ ۔ وہاں کا زمان ایک ناگذشتنی 'ابھی' ہے اور مکان ایک اٹل "یہیں" ۔۔۔ اقبال نے فردوس تخلیل کہہ کر انتہائی فنی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے ۔ یہ سب اوصاف ایک معروضی پیرائے میں اگر کہیں جمع ہیں تو وہ فردوس ہے ۔ جنت عالم جمال ہے ' ابدی ہے اور مقام قرب و مشاہدہ ہے ۔ اور تخیل کا مقصود بھی تو یہی کچھ ہے ۔۔۔۔ مشاہدہ جمال اور حصول ابدیت !

مزید دیکھیے: فکر 'تخیل' خیال ۔۔۔

ص نمبر۵۶ کلیات

نطق:

گویائی : کلیات کا ادراک و اظہار کرنے والی وہ قوت جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے ۔